حضرت مولانا عبدالحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ

''شہید کربلا'' سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

دانا دشمنوں کی طرف سے میدان کربلا آویزش کے نتیجہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی ذمہ داری سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس اقدام پر عائد کی جاتی ہے کہ ''انہوں نے امیر یزید'' کو اپنی زندگی میں ''**منصب ولایة عهد**'' پر فائز کیا تھا اوران کے اسی اقدام کے باعث چونکہ اس کو کرسی اقتدار پر تمکن حاصل ہوا؟ اس لئے بہ توسطِ یزید اس المناک حادثہ کی ذمہ داری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر عائد ہوتی ہے''۔ اس لئے میدان کربلا میں واقع ہونے والے اس حادثۂ فاجعہ کے بیان کرنے سے قبل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی وضاحت ضروری ہے سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ عمل دو امور کو متضمن ہے۔

۱۔ ایک یہ کہ خلیفہ کا اپنی زندگی میں مستقبل کیلئے کسی شخص کو خلافت کیلئے متعین کرنا

۲۔ اور دوسرا یہ کہ یہ ذمہ داری خلیفہ اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے سپرد کر دے۔

اگر خلیفہ کو اس امر کا خطرہ ہو کہ اس کی وفات کے بعد انتخابِ خلیفہ کے باعث امت میں افتراق پیدا ہوگا اور وحدت امت اختلاف وانتشار کی فضا میں تحلیل ہو جائیگی۔ تو پھر مصالح امت کے پیش نظر خلیفہ اپنی زندگی ہی میں اپنے بعد خلافت کے لئے کسی شخص کی نامزدگی کر سکتا ہے۔ اس مصلحت امت کے باعث سیدنا ابوبکر صدیق سلام اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد خلافت کیلئے متعین کیا تھا۔ کیونکہ ''ثقیفہ بنی ساعدہ کا اجتماع'' اور پھر اس اجتماع میں اختلاف آراء کے ظہور کا منظر انکی آنکھوں کے سامنے تھا۔ اوران کو یہ حقیقت بھی معلوم تھی کہ اس اختلاف کا سدِّ باب ان کی ذات اقدس کی جامعیت کی وجہ سے ہوا تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی زندگی کے آخری لمحات میں انتخاباتِ خلافت کیلئے چھ افراد کی شوریٰ متعین کر کے انہی حضرات میں سے خلیفہ کی نامزدگی کا اختیار ان کے سپرد کر دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ تحدید اور تعیین بھی ایک قسم کی نامزدگی ہے۔ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں نکسیر کی وباء پھوٹ پڑی تو امت کی مصلحت کے پیش نظر بعض افراد نے ان کو بھی یہ مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنے بعد کیلئے خلیفہ کا تعین کر لیں۔ امت کا یہ تعامل اور خصوصاً سیدنا صدیق اکبرؓ کا عمل منصب ولایت عہد کی مشروعیت اور جواز اوراس کے برحق ہونے پر واضح دلیل ہے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت اوراس دور میں امت کی خانہ جنگی کے ہولناک مناظر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے سامنے تھے اور آپ نے امت کی اس مصیبت پر اپنے اضطراب کا اظہار خاص الفاظ سے کیا تھا جس وقت مصلح امت خلیفہ خامس وراشد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی فوج اور

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوج معرکہ آرائی کے لئے تیار ہوکر ایک دوسرے کے سامنے آ گئی تھیں۔

استقبل واللہ الحسن بن علی علی معاویۃ بکتائب کا مثال الجبال فقال عمرو بن العاص انی اریٰ کتائب لا تولّی حتیٰ تقتل اقرنہا فقال لہ معاویۃ کان واللّٰہ خیر الرجلین ای عمروا ان قتل ہولاء ہولاء وہولاء ہولاء من لی بامور الناس من لی بنسنائہم۔ من لی بضبعتہم؟ بخاری (ج ا ص ۳۷۲)

خدا کی قسم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ پہاڑوں جیسے لشکر لے آئے تھے۔ تو حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا ''میں ایسے لشکر دیکھ رہا ہوں کہ جو اپنے جیسے آدمیوں کو بغیر قتل کئے واپس نہ ہوں گے'' تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اور خدا کی قسم حضرت معاویہؓ۔ عمرو بن العاصؓ سے بہتر تھے اے عمرو اگر یہ آدمی ان سے لڑے اور وہ ان سے لڑے۔ تو میں لوگوں کے معاملات کا کیا کرونگا؟ ان کی عورتوں کا کیا بنے گا؟ اور ان کے مال و متاع کی حفاظت میں کس سے کراؤنگا؟

اور اس وقت یہودی سبائی رافضی تحریک امت کے قلوب میں افتراق وانشقاق پیدا کرنے کیلئے جس نوعیت کے اختلاف کی تخم ریزی کی قبیح حرکت کا ارتکاب کر رہی تھی۔ اس کے پیش نظر وحدت امت کی مصلحت کیلئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کامل غور وتدبر اور مملکت اسلامیہ کے اطراف سے آئے ہوئے مختلف وفود سے مشورہ کرنے کے بعد ہی یزید کو ولایت عہد کے منصب پر اپنے بعد کیلئے امیر وخلیفہ متعین کیا تھا۔ نظام اسلام میں اجتماعی زندگی کو جو اہمیت ہمیشہ حاصل ہے اس کے پیش نظر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام عین صواب ہے۔ حمید ابن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ''میں یزید کی ولی عہدی کے وقت حضرت بشیرؓ کے پاس گیا جو صحابہؓ میں سے تھے تو انہوں نے فرمایا۔

"یقولون انما یزید لیس بخیر امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم وانا اقول ذالك ولکن لان یجمع اللّٰہ امۃ محمد احب لی من ان تفترق (تاریخ الاسلام اللذہبی ج ۲۷ ص ۲۶۷۔ ۲۶۸ بہ حوالہ حضرۃ معاویۃؓ اور تاریخی حقائق ص ۹۸)

لوگ کہتے ہیں کہ یزید امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے بہتر نہیں ہے اور میں بھی کہتا ہوں۔ لیکن امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جمع ہونا مجھے اس کے افتراق کے مقابلہ میں زیادہ پسند ہے۔

امر دوم یہ کہ ''کیا خلیفہ اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو امور مملکت کے کسی اعلیٰ منصب پر فائز کرسکتا ہے کہ نہیں''؟ اس پر بھی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں کہ خلیفہ اپنے قریبی رشتہ دار کو کسی اعلیٰ عہدہ پر متعین نہیں کرسکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیات کے آخری لمحات میں بعض حضرات نے خلافت کیلئے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نام پیش کیا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اس کو اپنے بعد کیسے خلیفہ متعین کرسکتا ہوں کہ یہ تو میرا بیٹا ہے؟'' اور یہ نام پیش کرنے والے بھی صحابہ تھے۔ اگر یہ عمل ناجائز ہوتا؟ تو صحابہ یہ تجویز ہرگز پیش نہ کرتے! اور حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اہلیت کی بنیاد پر بنوامیہ کے بعض افراد کو جب حکومت کے عہدہ پر متعین کیا تو سبائیوں نے آپ پر اعتراض کیا۔ اس پر علماء

امت نے تحقیق کے نقطۂ نظر سے جو جواب دیا ہے وہ یہ ہے:

منها تولية اقاربه وليس فى هذا ادنى عيب لان رسول الله صلى الله عليه وسلم ولىٰ عليا وهو ابن عمر واذ كانت تولية القريب عيبا لنهى عنها عليه السلام ولم يفعلها و مع ذالك فالا سلام سوى بين الناس لاقريب عنه ولا بعيد فالا مرموكول لرامى الا مام الذى القيت اليه مقاليد االامة ("اتمام الوفاص ٦٠٦)

حضرت عثمانؓ پر جن امور کی وجہ سے اعتراضات کئے گئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ انہوں نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو امور مملکت کا متولی بنا دیا تھا۔ حالانکہ اس عمل میں ذرہ برابر کوئی عیب نہیں اسلئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ولایت (یمن) متعین کیا تھا حالانکہ رشتہ کے اعتبار سے حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ اگر قریبی رشتہ دار کو عہدہ پر فائز کرنا ناجائز ہوتا؟ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل سے روکتے اور خود بھی یہ کام نہ کرتے کہ اسلام دینِ مساوات ہے اس میں قریب اور بعید کا تصور نہیں بلکہ تمام امور خلیفہ وقت کی رائے کے سپرد ہیں۔ جس طرح مصلحت دیکھے اسی پر عمل کرے کیونکہ امت کے تمام امور کی چابیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔

حضرت معاویہؓ کے دورِ خلافت میں بنوامیہ کو جو سیاسی تفوق حاصل تھا اس کا تقاضٰی ہی یہ تھا کہ ولایت عہد کا منصب یزید کے سپرد کیا جائے۔ کیونکہ اس عمل پر امت کی جس مصلحت کا داعیہ حضرت معاویہؓ کے لئے محرک بنا اس کا حصول ہی اسی طرح ممکن تھا۔ اس کے بغیر اگر کوئی دوسری صورت اختیار کی جاتی؟ تو امت پھر دور خلافت علیؓ والے اختلاف وانشقاق کا شکار ہو جاتی۔ علامہ ابن خلدون اپنی مشہور کتاب "مقدمہ ابن خلدون" میں اس امر پر بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

''لیکن اس میں اعتراض وتہمت کا سرے سے کوئی موقع نہیں بالخصوص جبکہ مصلحت کا تقاضا ہی یہ ہو کہ بیٹے ہی کو ولی عہد مقرر کیا جائے۔ ورنہ یہ اندیشہ لاحق ہو کہ مسلمانوں میں سخت اختلاف اور انتشار پیدا ہو جائے گا ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ بیٹے ہی کو ولی عہد مقرر کرنا قرین عقل ہے جیسے معاویہ کو بہ درجہ مجبوری کرنا پڑا۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتے؟ تو انہیں بنوامیہ کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا۔ جن کا ان دنوں بڑا زور تھا۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ وہ یزید سے زیادہ بہتر آدمی کو اس غرض کیلئے چن سکتے تھے۔ لیکن ''افضل'' کے مقابلہ میں مفضول ''کو محض اس بناء پر ترجیح دی گئی تا کہ مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کو گزند نہ پہنچے۔ جس کا قائم رکھنا شارع کے نزدیک بہت اہم ہے۔ یاد رہے کہ حضرت معاویہؓ کے متعلق اس کے سوا کچھ اور کہنا ممکن بھی نہیں کیونکہ وہ ''صحابی'' ہیں اور دوسرے تمام صحابہ کا ان کے اس فعل پر اعتراض نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان کو اس معاملہ میں شک کی نظر سے نہیں دیکھتے تھے (''افکار ابن خلدون'' از مولانا محمد حنیف ندوی مرحوم ص ۱۴۸۔۱۴۹)

ان تمہیدی معروضات کے بعد اب اصل واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس سے قبل ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ محرم کی ماتمی مجالس میں ''مذمت یزید'' مروان ابن الحکمؒ ''اور حضرت معاویہ ابن ابی سفیان

رضی اللہ عنہما کے متعلق ''ملحد ذاکر چند احادیث پیش کرتے ہیں جو کہ بہ اتفاق آئمہ ''اصول حدیث'' موضوعات میں شامل ہیں۔

ومن ذالك الاحاديث فى ذم معاوية و ذم عمرو بن العاص و ذم بنى امية و مدح المنصور والسفاح و كذا ذم يزيد والوليد و مروان بن الحكم (الموضوعات الكبير لملا على القارى ص (١٦٩ - ١٧٠)

ان موضوعات میں وہ احادیث ہیں جو کہ مذمت معاویہؓ مذمت عمرو ابن العاصؓ اور مذمت بنی امیہ اور مدحِ منصور اور سفاح عباسی میں پیش کی جاتی ہیں اور اسی طرح مذمت یزید و ولید اور مروان ابن حکمؓ کے متعلق بھی جو احادیث پیش کی جاتی ہیں وہ موضوع ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت حسینؓ صحابیؓ ہیں اور ان کی مدح میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بھی مروی ہیں اور ساتھ ہی ان کو بشارت جنت کا شرف بھی حاصل ہے جبکہ امیر یزید ان تمام فضائل و مناقب سے تہی دامن ہے اس اعتبار سے یزید کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کیا نسبت دی جا سکتی ہے؟

''چہ نسبت خاک را با عالم پاک''

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد منافقت کا شکار فتنہ انگیز لوگ شرارت انگیز یہودی تحریک کی تجدیدی مساعی میں مصروف ہو گئے۔ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے رابطہ قائم کیا۔ اور یہ بات ان کے ذہن نشین کرانے کی کوشش کی کہ ''یزید کا اقتدار تاہنوز مستحکم نہیں ہوا اور ابھی تک اس کی ''امارت'' پر امت متحد نہیں ہوئی اس کام کی سرانجام دہی کیلئے عبداللہ ابن سبع ہمدانی'' کے ذریعہ سے سلیمان بن صرد۔ رفاعہ ابن شداد اور حبیب ابن مظاہر کے خطوط روانہ کئے ان خطوط کی پہلی قسط آپ کے پاس ۱۰، رمضان ۶۰ھ کو پہنچی پھر دو دن کے بعد آپ کے پاس ''قیس بن مسہرؓ'' اور عبدالرحمن ابن عبداللہ ۵۳ خطوط کی دوسری قسط لیکر حاضر ہوئے اور پھر دو دن کے وقفہ کے بعد ''ھانی ابن ھانی سبیعی'' اور سعید ابن عبداللہ خطوط کی تیسری قسط لیکر حاضر ہوئے ان تمام خطوط کا مشترکہ مضمون یہ تھا کہ:

''ہم اپنے امیر (یزید کے گورنر) ''نعمان ابن بشیرؓ'' (صحابیؓ) کے پیچھے جمعہ نہیں پڑھتے اور ہم لوگ آپ کو اپنے ہاں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ جب آپ آ جائیں گے تو ہم اپنے امیر کو یہاں سے نکال دیں گے اور اسے شام روانہ کر دیں گے''۔ بعض خطوط میں یہ بھی تحریر تھا کہ۔

''پھل پک چکا ہے آپ جس وقت چاہیں اپنے تیار لشکر کو سنبھال لیں''

یکے بعد دیگرے خطوط کے اس تسلسل نے آپ کے ذہن کو متاثر کیا اور پھر ساٹھ افراد کا ایک قافلہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے بھی مزید تعاون کی یقین دہانی کرائی۔ اس پر آپ نے مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے اپنے چچازاد بھائی حضرت ''مسلم ابن عقیل'' رحمہ اللہ کو کوفہ روانہ کیا۔ مسلم جب کوفہ پہنچے تو حضرت حسینؓ کیلئے بارہ ہزار افراد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور مشہور سبائی و رافضی قصیدہ گو ابو مخنف لوط ابن یحییٰ کی روایت کے مطابق جو اس نے ''مقتل الحسین'' میں درج کی ہے اسی ہزار افراد نے بیعت کر لی'' اگر سبائیوں کی یہ روایت تسلیم کر لی جائے؟ تو اہل کوفہ کی

تلون مزاجی اور ان کی منافقت کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ امیر یزید کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے کوفہ بھی عاملِ بصرہ ''عبید اللہ ابن زیاد'' کی تحویل میں دیدیا۔ مسلم ابن عقیل نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان حالات سے مطلع کر دیا عبید اللہ نے جب انتظامی گرفت کو مضبوط کیا تو یہ تمام منافق مبائعین منتشر ہو گئے۔ اور مسلم بن عقیل کو کسمپرسی کی حالت میں شہید کر دیا گیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کیلئے تیاری شروع کر دی آپ کے خیر خواہ حضرات کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے آپ کو اس اقدام سے روکنے کی پوری کوشش کی سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ آپ کے والد کے چچازاد بھائی تھے انہوں نے بھی اس اقدام سے ان کو روکا۔

سیدنا حضرت عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہما جو کہ آپ کے تایازاد بھائی تھے انہوں نے بھی آپ کو روکا۔ اور ساتھ ہی اس کوشش کو مزید کامیابی سے ہمکنار کرنے کیلئے اس طرح کیا کہ والیٔ مکہ ''عمر ابن العاص'' کی طرف سے ایک خط تحریر کرایا جس میں آپ کو ہر قسم کی تسلی دی گئی کہ ''آپ سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا جائیگا'' اور والی مکہ کا یہ عہد نامہ اس کا بھائی یحیٰ ابن سعید لیکر حضرت عبداللہ ابن جعفر کی معیت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس اقدام سے پوری طرح روکنے کی کوشش کی۔ اسی طرح ''حارث ابن خالد ابن العاص ابن ہشام'' نے بھی خیر خواہانہ کوشش کی۔ ''عمر بن عبدالرحمٰن ابن حارث المخزومی'' نے بھی کوشش کی اور آپ کے ماں سے سوتیلے عَلاتی بھائی ' حضرت محمد ابن علی ابن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ '' نے بھی روکنے کی کوشش کی لیکن یہ تمام مساعی تقدیر کے سامنے بے کار ثابت ہوئیں۔

وقد عذله على خروجه اخوه محمد بن الحنفية وابن عمه عبدالله بن عباس و عبدالله بن عمر و عبدالله بن الزبير فلم يرض لنصحهم لا مرا اراده الله وقد كان فى ذالك العصر كثير من الصحابة بالحجاز والشام والبصرة والكوفة و مصر و كلهم لم يخرج على يزيد لا وحده ولا مع الحسين۔ (اتمام الوفا ص ١٤)

اور تحقیق ان کو اس خروج سے ان کے بھائی محمد ابن الحنفیہ اور ان کے چچا کے لڑکے عبداللہ ابن عباسؓ اور عبداللہ ابن عمرؓ اور عبداللہ ابن الزبیرؓ نے بھی روکا۔ لیکن انہوں نے ان کی اس نصیحت کو قبول نہیں کیا۔ اسلئے کہ اللہ تعالی کی تقدیر میں ان کی نصیحت کے خلاف فیصلہ ہو چکا تھا۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کے وقت حجاز۔ شام۔ بصرہ اور کوفہ میں صحابہ کی ایک بہت بڑی جماعت موجود تھی۔ لیکن ان تمام حضرات نے یزید کے خلاف خروج نہیں کیا نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملکر اور نہ ہی اکیلے!

راستہ میں آپ کو مسلم ابن عقیل کی شہادت کی خبر ملی۔ عبید اللہ ابن زیاد نے پہلے آپ کے مقابلہ کیلئے حر ابن یزید ریاحی کو روانہ کیا وہ آپ کے ساتھ ہی چلتا رہا۔ اس نے آپ سے آنے کی غرض دریافت کی تو آپ نے اس کو وہ خطوط دکھلائے جو کہ اہل کوفہ کی طرف سے آپ کے پاس آئے ہوئے تھے۔ اس نے کہا میں تو ان لوگوں میں نہیں ہوں جنہوں نے آپ کو ان خطوط کے ذریعہ سے بلوایا ہے؟ پھر دوسرا فوجی دستہ عمرو ابن سعد کے زیر قیادت آپ کے مقابلہ کیلئے روانہ کیا

گیا۔ میدان کربلاء میں ان سے آپ کا آمنا سامنا ہوا۔ ابن سعد نے قبیلہ حزیمہ کے ایک شخص کے ذریعہ سے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کے آنے کی کیا غرض ہے؟ تو آپ نے وہ خطوط دکھلائے جو اہل کوفہ کی طرف سے آپ کو بھجوائے گئے تھے۔ اس نے کہا ''جن لوگوں نے آپ کو یہ خطوط روانہ کئے ہیں وہ تو عبیداللہ کے خصوصی مصاحبین میں سے ہیں''؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب ان حالات کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ پوری امت یزید کی امارت پر مجتمع ہوگئی ہے اور کوفیوں نے دروغ گوئی سے ان کو دھوکا دیا ہے تو آپ نے ابن سعد کے سامنے یہ شرائط پیش کیں۔ جن کا تذکرہ ''ابن سعد'' نے اپنے ایک خط میں کیا ہے کہ عبیداللہ ابن زیاد کی طرف روانہ کیا تھا اور وہ شرائط یہ ہیں۔

۱۔ ایں حسین است کہ من گوید حاضر ست برگردا بہ آں مکانے کو از انجا آمدہ است

یہ حضرت حسینؓ ہیں اور انہوں نے مجھے فرمایا ہے کہ یا تو وہ اس جگہ واپس تشریف لے جاتے ہیں جہاں سے وہ تشریف لائے ہیں؟

۲۔ یا بسوئے یکے از سرحد ہا باز گردد نظیر یک مردے از مسلمانان باشد آنچہ برلۂ آناں باشد برلہ وی ہم باشد وآنچہ برعلیہ ایشاں باشد برعلیہ او نیز باشد۔

یا کسی سرحد پر تشریف لے جاتے ہیں ان کی حیثیت ایک عام مسلمان مجاہد کی ہوگی۔ ان کیلئے وہی حقوق ہوں گے جو کہ باقی لوگوں کیلئے ہوں گے اور ان پر وہ احکام لاگو ہوں گے۔ جو کہ باقی لوگوں پر ہوں گے۔؟

۳۔ یا اینکہ نزد امیر المؤمنین یزید بیاید و دست خود در ادر میان دست او بگزارد و یزید ہر نظریہ ائیکہ دارد بین خود امام حسین بد حد

(ترجمہ جلد دہم ''بحار الانوار'' تالیف ملا باقر مجلسی رافضی جعل اللہ قبرہ حضرت من النار ج اص ۴۴۶

امیر المؤمنین یزید کے پاس چلے جاتے ہیں اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیدیں گے پھر اس کو اختیار ہے ان کے درمیان اور اپنے درمیان جو فیصلہ کرے ان کو منظور ہے۔؟

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ان پیش کردہ شرائط سے یہ امر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے پہلے مؤقف سے رجوع ہی کر لیا تھا کیونکہ یہ امر حضرت حسین رضی اللہ عنہ، کی دیانت سے بہت ہی بعید ہے کہ جس مؤقف کی بنیاد پر انہوں نے کوفہ کا سفر اختیار کیا تھا۔ اس موقف پر برقرار رہتے ہوئے آپ کیسے فرما سکتے ہیں کے ''میں یزید کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتا ہوں'' یا کہ ''جہاں سے آیا ہوں پھر واپس چلا جاتا ہوں'' لیکن افسوس اور صد افسوس کہ عبیداللہ ابن زیاد کی بدبختی اور شمر کے خبث باطن کے باعث حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا المناک حادثہ امت کو پیش آیا اور ساتھ ہی ان بد باطن لوگوں نے آپ کے خیمہ کو آگ لگا دی تا کہ ان کے خلاف وہ دستاویزی ثبوت جو خطوط کی صورت میں موجود تھا تلف ہو جائے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ فاجعہ چونکہ یزید کے دور امارت میں ہوا تو بعض لوگوں نے اس حادثہ کی بناء پر اس پر لعنت کے جواز کا قول کیا ہے۔ لیکن تحقیقی اعتبار سے یہ قول ساقط الاعتبار ہے۔

واما لعن يزيد فالا سلهم عدم اذلم يثبت انه قتله او امربه او رضى به او فرح به وان ثبلت ذالك؟ فلم يثبت انه مات بلا توبة (مفتاح السعادة و مصباح السيادة ج ٣ ص ٢٩٠ للمولى احمد ابن مصطفى المعروف به طاش كبرى زاده المتوفى ٩٢٢ھ)

اور رہا یزید پر لعنت کرنا؟ تو اس بارہ میں سب سے محفوظ اسلم قول عدم جواز کا ہے کیونکہ یہ بات ثابت نہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے؟ اور نہ ہی اس قتل کا حکم دیا ہے؟ اور نہ ہی وہ اس پر راضی تھا۔ اور نہ ہی آپ کے قتل پر خوش ہوا ہے اور اگر ان امور میں سے کوئی امر ثابت بھی ہو جائے تو پھر بھی یہ بات ثابت نہیں کہ اس کی موت بلا توبہ ہوئی ہے۔

اور امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ويزيد صح اسلاميه و ماصح قتله للحسين رضى الله عنه ولا امره ولا رضاء بذالك و مهمالم يصح ذالك عنه؟ لم يجزان بظن ذالك به فان اسائة الظن ايضاً باالمسلم حرام" (''حیاۃ الحیوان'' ج۲ص۱۷۶ ''بحث فہد'' علامہ کمال دمیری رحمۃ اللہ علیہ)

''یزید کا اسلام صحیح ہے اور یہ بات صحیح نہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہو۔ اور نہ ہی اس قتل کے متعلق اس کا حکم اور اس قتل پر اس کی رضا ثابت ہے۔ جب یہ امور ثابت ہی نہیں تو پھر ان امور کو اس کی طرف منسوب کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔''

اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ان پیش کردہ شرائط سے بھی ''فسق یزید'' کی وضاحت ہو جاتی ہے کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا کوفہ کی طرف سفر کرنا اگر فسق یزید کی وجہ سے تھا؟ تو آپ کے پاس یزید کا کونسا ''توبہ نامہ'' موصول ہوا تھا کہ جس کے باعث آپ نے یزید کی بیعت پر آمادگی ظاہر کی؟ بلکہ آپ کا یہ سفر اس بناء پر تھا کہ آپ نے یہ سمجھا کہ تاہنوز یزید کی امارت پر امت کا اتفاق نہیں ہوا۔ جب آپ میدانِ کربلا میں پہنچے اور اہلِ کوفہ کی کذب بیانی اور فریب کا مشاہدہ کیا تو آپ نے درج بالا شرائط کی پیش کش کی۔ ہوسکتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور کبار تابعین کا مطلوب معیار تقویٰ اور پرہیزگاری یزید میں موجود نہ ہو اور وہ ''مسلمانوں کے تیسرے درجہ ''ظالم لنفسہ'' کا فرد ہو۔ لیکن پھر بھی وہ قبائح اور فواحش جو اس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں؟ ثابت نہیں۔ کیونکہ فطری اصول ہے کہ اس معاملہ میں اس کے معاصرین کی شہادت کو عام مورخین کی روایات پر ترجیح دی جائیگی حضرت محمد ابن حنفیہ جو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور علم کے اعتبار سے بھی انکا درجہ بہت ہی فائق ہے ان کے قول سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ یزید کی طرف ان قبائح کی نسبت صحیح نہیں۔

جب حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے داعی عبداللہ ابن مطیع اپنے ساتھیوں کے ساتھ محمد ابن حنفیہ کی خدمت میں آئے اور ان کو یزید کی بیعت توڑنے کے لئے کہا تو محمد ابن حنفیہ نے صاف انکار کر دیا۔ اس پر ابن مطیع نے کہا کہ ''حضرت! آپ اس کی بیعت کو کیوں نہیں توڑتے حالانکہ یزید شراب پیتا ہے اور نماز کا تارک ہے اور کتاب اللہ کے احکام توڑتا ہے؟'' ان کے جواب میں برادر حسین ابن حنفیہ نے فرمایا کہ۔

(بقیہ صفحہ ۴۱ پر دیکھیں)